محترمہ صدف صادق

جمالِ نبوی ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا شوق ووارفتگی

تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جو ربِّ کائنات ہے، جس نے ارض وسما کی تخلیق کے بعد اس کی تدبیر کی، جو ہر ایک کو رزق دینے والا ہے، جس نے ہمیں اشرف المخلوقات بنایا، جس نے ہماری راہنمائی کے لیے پیغمبر بھیجے اور سب سے آخر میں نبی آخر الزمان ﷺ کو مبعوث فرما کر ہمیں ان کا اُمّتی بنایا۔ آپ ﷺ کی زندگی ہمارے لیے نمونہ ہے۔ اُن ہی کے سانچے میں ہم نے اپنی زندگیوں کو ڈھالنا ہے۔ آپ ﷺ کے ساتھ تمام مخلوق سے زیادہ محبت کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے، صحیحین میں آپ ﷺ کا یہ فرمان مروی ہے:

«لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ»[1]

"کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا، جب تک اپنی اولاد، والدین اور باقی تمام لوگوں سے زیادہ مجھ سے محبت نہ کرتا ہو۔"

- کیونکہ آپ کی ذات ہی وہ مبارک ہستی ہے جن پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں نازل فرماتا ہے۔
- آپ وہ رسول محترم ہیں جن کے لیے فرشتے دعائے رحمت کرتے ہیں۔
- جن کی عمر کی قسم اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابِ مقدس میں اُٹھائی ہے۔
- جن کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے بہترین نمونہ قرار دیا ہے۔
- جن کے خوش ہونے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں
- اور جن کے ناراض ہونے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔
- جن کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے اور جن کی نافرمانی اللہ کی نافرمانی ہے۔

① امام بخاری سیدنا عبد اللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُنھوں نے کہا:

1 صحیح بخاری: ۱۵

"ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! یقیناً آپ مجھے میری جان کے سوا دنیا جہاں سے زیادہ عزیز ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

وَاللهِ، لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ نَفْسِي، فَقَالَ النَّبِيُّ: «الآنَ يَا عُمَرُ»

اللہ تعالیٰ کی قسم! یقیناً اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اب بات بنی ہے۔"[۱]

② کسی بھی شخصیت کو جاننے اور سمجھنے کے لیے اس کی شکل و صورت اور وجاہت بڑا کردار ادا کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کا چہرہ دیکھتے ہی کہہ دیا تھا:

"أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّاب"[۲]

"بلاشبہ یہ چہرہ کسی جھوٹے آدمی کا نہیں ہو سکتا۔"

③ سیدنا ابو رِمثہ تیمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اپنے بیٹے کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ آپ ﷺ کے شگفتہ چہرے کو دیکھتے ہی سمجھ گیا اور اپنے بیٹے سے کہنے لگا:

"هذا والله رسول الله"[۳] "واللہ! یہ واقعی اللہ کے رسول ہیں۔"

آج ہمارے سامنے آپ ﷺ کی کوئی حقیقی تصویر تو موجود نہیں۔ خود آپ ﷺ نے اپنی اُمت کو تصویر کے فتنے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ اس سے شرک کا دروازہ کھلتا ہے، البتہ آپ کے حسن و جمال کی جھلک دیکھنے والوں نے آپ کے رخِ انور، حسن و جمال، قدو قامت، بے مثال خدوخال اور باوقار و پرکشش شخصیت کا نقشہ اپنے الفاظ میں کھینچ دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ ﷺ سے کس قدر محبت تھی۔ کس کس زاویے سے انھوں نے آپ کو دیکھا، جانچا اور کن کن الفاظ سے آپ کی شخصیت کا احاطہ کیا، اُس سے ان کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

④ آپ ﷺ کا حلیہ مبارک صرف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہی نہیں بلکہ ایک صحابیہ اُمِّ معبد نے

۱ صحیح بخاری: ۶۶۳۲

۲ سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۴

۳ مسند احمد: ۲۲۸/۲

بڑے زبردست طریقے سے بیان کیا ہے۔ ہجرت کے سفر میں دوسرے دن آپ کا گزر اُمّ معبد کے خیمے سے ہوا، یہ مکہ سے ۱۳۰ کلو میٹر کے فاصلے پر تھا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟ تو اس نے میزبانی سے معذرت کی اور بتایا: بکریاں دور دراز گئی ہوئی ہیں، ایک بکری ہے جو بہت ہی کمزور اور لاغر سی ہے جس میں دودھ کا ایک قطرہ بھی نہیں۔ تو آپ ﷺ نے اجازت لے کر اس بکری کا دودھ دھویا اور اس بکری نے اتنا دودھ دیا کہ بڑا سا برتن بھر گیا۔ آپ ﷺ نے امّ معبد کو بھی پلایا۔ اپنے ساتھی کو بھی پلایا، پھر خود پیا اور دوبارہ دھو کر برتن بھر دیا اور روانہ ہو گئے۔ آپ ﷺ کے جانے کے بعد ام معبد کا شوہر گھر پر آیا۔ اُس نے دودھ دیکھا تو اسے تعجب ہوا۔ پوچھا! یہ کہاں سے آیا؟ تو اُم معبد نے پوری بات بتلادی۔[1]

اور آپ ﷺ کا سر تا پا وجود، گفتگو اور احوال کو بہت تفصیل سے بیان کیا۔ اس پر ابو معبد بول اٹھا: واللہ! یہ تو صاحبِ قریش ہے۔ میرا ارادہ ہے آپ کا ساتھ اختیار کروں اور کوئی راستہ ملا تو ضرور ایسا کروں گا۔

غور کریں کہ ابو معبد کو صرف آپ کا حلیہ مبارک جان کر ملاقات اور رفاقت کا شوق پیدا ہو گیا۔ حلیہ کے ساتھ آپ کا اخلاق اور کردار بھی تھا.... اُمّ معبد نے کیا کہا تھا؟

> ”پاکیزہ روح، کشادہ چہرہ، صاحبِ جمال، نہ نحیف ولاغر، نہ توند نکلی ہوئی، آنکھیں سیاہ اور فراخ، یعنی بڑی آنکھیں، بال لمبے اور گھنے، آواز میں بھاری پن، بلند گردن، باریک پیوستہ ابرو، جب خاموش ہوتے تو وقار بلند ہو جاتا، بات کرتے تو بات واضح ہو جاتی، دور سے دیکھنے میں سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت، بارونق، قریب سے شیریں اور کمال حسین، شریں کلام، فیصلہ کن بات، تمام گفتگو موتیوں کی لڑی جیسی پروئی ہوئی، میانہ قد و قامت، نہ لمبوترا نہ پست قد، دوشاخوں کے درمیان ترو تازہ شاخ کی مانند، اس کے ساتھی اس پر بچھے جاتے تھے، جب وہ کچھ کہتے تو چپ چاپ سنتے ہیں۔ حکم دیتے ہیں تو تعمیل کے لیے لپک پڑتے ہیں۔ نہ کوتاہ سخن نہ ترش رو، نہ فضول گو۔“[2]

---

۱ المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۸/۴

۲ المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۸/۴

امِّ معبد کے کھینچے گئے نقشے میں آپ کا خُلق اور خَلق دونوں شامل ہیں۔ خَلق Features، سے مراد شخصیت کی پیدائشی خوبیاں اور خُلق سے آپ کی عادات اور اخلاق مراد ہیں۔

⑤ جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"میں ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ جوڑا پہنے چاندنی رات میں دیکھ رہا تھا۔ میں کبھی چاند کو دیکھتا، کبھی آپ کے چہرۂ انور پر نظر کرتا: «فَإِذَا هُوَ عِنْدِي أَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ»[1] بالآخر میں اس نتیجے پر پہنچا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاند سے کہیں زیادہ حسین ہیں۔

⑥ کعب بن مالک کا بیان ہے کہ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہ جانے کی وجہ سے جب میری توبہ قبول ہوئی تو میں آپ کے پاس حاضر ہوا اور سلام کیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ مبارک مارے خوشی کے دمک رہا تھا: «إِذَا سُرَّ اسْتَنَارَ وَجْهُهُ، كَأَنَّ وَجْهَهُ قِطْعَةُ قَمَرٍ»[2] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب خوش ہوئے تو آپ کا چہرہ ایسے دمکتا جیسے چاند کا ٹکڑا ہے۔

⑦ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ «كَانَ رَبْعَةً مِنَ الْقَوْمِ لَيْسَ بِالطَّوِيلِ وَلاَ بِالْقَصِيرِ»[3] نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ دراز قد تھے، نہ پست قامت، بلکہ آپ کا قد درمیانہ تھا۔

⑧ آپ کا رنگ نہ تو چونے کی طرح خالص سفید اور نہ گندمی کہ سانولے نظر آتے۔ بلکہ آپ چمک دار تھے اور آپ کے بال نہ زیادہ پیچ دار اور نہ بالکل سیدھے، بلکہ ہلکا سا خم لیے ہوئے ہوتے تھے۔ آپ پر وحی کا آغاز چالیس برس میں ہوا، پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم دس سال مکہ میں رہے، پھر تیرہ سال مدینہ قیام فرمایا، وفات کے وقت سر اور داڑھی میں بمشکل بیس بال سفید تھے۔[4]

⑨ سیدنا ابو جحیفہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید تھا۔ سر مبارک کے کچھ بال سفید تھے، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ شکل وشباہت میں آپ سے کافی ملتے جلتے تھے۔[5]

⑩ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت کوئی شخص

---

۱ سنن ترمذی: ۲۸۱۱
۲ صحیح مسلم: ۲۷۶۹
۳ صحیح بخاری: ۳۵۴۷
۴ صحیح بخاری: ۳۵۴۸
۵ صحیح بخاری: ۳۵۴۸

نہیں دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سورج کی روشنی آپ کے رخِ انور سے جھلک رہی تھی۔ آپ ﷺ اس قدر تیز رفتار چلتے گویا زمین آپکے لیے لپٹی جا رہی ہو۔ ہم تو چلتے چلتے مارے تھکن کے چور ہو جاتے لیکن آپ تھکاوٹ سے بے نیاز، اپنا سفر جاری رکھتے۔[1]

⑪ سیدنا محرش کعبی بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے عمرہ کرنے کے لیے مقامِ جعرانہ سے رات کے وقت احرام باندھا: «فَنَظَرْتُ إِلَى ظَهْرِهِ كَأَنَّهُ سَبِيكَةُ فِضَّةٍ»[2] میں نے آپ کی کمر دیکھی جو رنگت میں سفید گویا کہ چاندنی سے ڈھلی ہوئی تھی۔

⑫ نبی کریم ﷺ کے حقیقی چچا ابو طالب آپ کا حلیہ بیان کرتے ہوئے ایک شعر کہتے ہیں:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ اليَتَامَى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ[3]

"وہ گورے چہرے والا جس کے روئے زیبا کے ذریعے ابرِ رحمت کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔
وہ یتیموں کا سہارا، بیواؤں اور مسکینوں کا سرپرست ہے۔"

⑬ سیدنا ہند بن ابی ہالہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی عالی شان اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبے والے تھے۔ آپ کا چہرۂ انور چودھویں رات کے چاند کی طرح جگمگاتا تھا۔[4]

⑭ سیدنا علی کا بیان ہے کہ رسول اللہ کی بڑی بڑی سرخی مائل آنکھیں، پلکیں دراز اور ڈاڑھی گھنی تھی۔[5]

⑮ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھیں سرمگیں تھیں۔[6]

⑯ امّ معبد رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ کی آنکھیں انتہائی سیاہ اور کشادہ تھیں۔[7]

⑰ سیدنا علیؓ اور سیدنا ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ آپ کی بھنویں اور پلکیں لمبی تھیں۔[8]

---

١ صحیح ابن حبان: ۷۴/۵

٢ مسند احمد: ۴۲۶/۳

٣ صحیح بخاری: ۱۰۰۸

٤ المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۵۵/۲۲

٥ مسند احمد: ۸۹/۱

٦ دلائل النبوۃ: ۲۷۵/۱

٧ المعجم الکبیر للطبرانی: ۴۸/۴

٨ الطبقات الکبری لابن سعد: ۴۱۴/۱

⑱ سیدنا ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آپ کا دہن مبارک بہت حسین اور خوبصورت تھا۔[1]

⑲ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ پہلے پہلے جب مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق معلوم ہوا تو میں چچاؤں کے پاس مکہ مکرمہ آیا، اہل خانہ نے مجھے سیدنا عباس بن عبد المطلب کی طرف بھیجا۔ جب میں ان کے پاس آیا تو وہ بئر زم زم پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔ میں بھی ان کے پاس بیٹھ گیا۔ اچانک دیکھتا ہوں کہ بابِ صفا سے ایک صاحب نمودار ہوئے جن کا رنگ گورا سرخی مائل، قدرے خمیدہ بال، جو کانوں کی لوؤں تک بڑھے ہوئے، ناک بلند آگے سے ذرا جھکی ہوئی، اَولوں کی طرح سفید اور آبدار دانت، گہری آنکھیں اور گھنی ڈاڑھی تھی۔[2]

⑳ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ کے متعلق دریافت فرمایا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد روشن جبین تھے۔ جب رات کی تاریکی یا صبح کی روشنی پھوٹنے کے وقت آتے (یا لوگوں کے مجمع میں رونما ہوتے) تو سیاہ بالوں کے درمیان بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابناک اور کشادہ پیشانی روشن چراغ کی طرح جگمگا اُٹھتی تھی۔[3]

مزید فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی اتنی روشن اور تابندہ تھی گویا اس سے سورج کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔[4]

㉑ سیدنا علی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ کی گردن لمبی، پتلی اور چمک دار تھی گویا کہ چاندی کی صراحی ہو۔[5]

㉒ سیدنا ہند بن ابی ہالہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن چاندنی کی طرح سفید خوبصورت تھی گویا کسی مورتی کی گردن تھی۔[6]

㉓ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

۱ دلائل النبوۃ: ۱/۲۱۷
۲ حلیۃ الاولیاء: ۱/۲۷۱
۳ سبل الہدی والرشاد، للصالحی: ۲/۲۱؛ السیرۃ النبویہ لابن عساکر: ۳/ ۲۰۲
۴ صحیح ابن حبان: ۹/ ۷۴
۵ طبقات ابن سعد: ۴/ ۴۱۰
۶ المعجم الکبیر: ۲۲/ ۱۵۵

ہتھیلیاں اور پاؤں پر گوشت، پنڈلیاں موٹی اور گداز، کلائیاں بڑی اور دراز، بازو کندھے گٹھے ہوئے اور مضبوط، دونوں مونڈھوں کا درمیانی فاصلہ قدرے زیادہ، سینہ کشادہ، سر کے بال قدرے خم دار، پلکیں لمبی، خوبصورت اور گھنی ڈاڑھی، کان لمبے اور دلکش، درمیانہ قد نہ زیادہ طویل، نہ بالکل پست، رنگت میں گل لالہ، میں آپ سے زیادہ حسین و جمیل نہ کسی کو دیکھا، نہ سنا۔[1]

۲۴ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ کے بازو موٹے اور کلائیاں اعتدال کے ساتھ بڑی تھیں۔[2]

۲۵ سیدنا عائشہ بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ کا سینہ مبارک کشادہ، حلق کے نیچے کا حصہ ناف تک بالوں کی باریک دھاری سے ملا ہوا، سینے اور پیٹ پر اس کے علاوہ کہیں بال نہ تھے۔[3]

۲۶ سیدنا انس فرماتے ہیں کہ میں نے ریشم کا کوئی دبیز یا باریک کپڑا ایسا نہیں چھوا جو آپ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم اور گداز ہو۔[4]

۲۷۔ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ منورہ میں آپ کے ساتھ نماز ظہر پڑھی، پھر آپ اپنے اہل خانہ کے ہاں تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہو لیا، بچوں نے آپ کا استقبال کیا، آپ ﷺ کمالِ شفقت اور پیار سے ایک ایک کے رخسار تھپکاتے ۔ چونکہ میں بھی بچہ تھا، آپ نے میرے رخسار پر بھی ہاتھ پھیرا، میں نے آپ کے ہاتھ میں ایسی ٹھنڈک اور خوشبو محسوس کی گویا آپ نے ابھی عطر دان سے ہاتھ نکالا ہے۔[5]

۲۸۔ سیدنا ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ وادئ بطحا میں تھے کہ لوگ تبرک کے طور پر آپ کے ہاتھ مبارک پکڑتے اور انھیں اپنے چہروں سے لگاتے، میں نے بھی آپ کا ہاتھ اپنے چہرے پر رکھا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ خوشبودار تھا۔[6]

---

۱ دلائل النبوۃ:۱/۳۱۷

۲ دلائل النبوۃ:۱/۱۸۱

۳ دلائل النبوۃ:۱/۲۹۸

۴ صحیح بخاری:۱۹۷۳

۵ صحیح مسلم:۲۳۲۹

۶ صحیح بخاری:۳۳۶۰

۲۹۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے رسول اللہ نے یمن بھیجا، میں ایک دن لوگوں کو وعظ و نصیحت کر رہا تھا کہ ایک یہودی عالم ہاتھ میں کتاب لیے آیا اور مجھے کہنے لگا کہ ابو القاسم کا حلیہ بیان کرو۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے بتایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو پست قد ہیں اور نہ ہی زیادہ دراز قد بال، مبارک نہ زیادہ پیچ دار، نہ بالکل کھڑے بلکہ بال گھنے سیاہ قدرے خمیدہ ہیں۔ سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا، رنگ گورا سرخی مائل، جوڑوں کی ہڈیاں بڑی بڑی، ہاتھ اور قدم پر گوشت، پلکیں دراز، پیشانی کشادہ اور ہموار دونوں کندھوں کے درمیان قدرے زیادہ فاصلہ۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے تو قدرے جھک کر گویا کسی ڈھلوان سے اُتر رہے ہوں، میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور بعد میں کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سا نہیں دیکھا۔ سیدنا علی کہتے ہیں: پھر میں خاموش ہو گیا، یہودی عالم کہنے لگا: کیا ہوا؟ میں نے کہا: مجھے تو اسی قدر یاد ہے، وہ کہنے لگا: آپ کی آنکھوں میں سرخی، خوبصورت ڈاڑھی، خوب رو، مناسب کان، آگے پیچھے دیکھتے تو پورے وجود کے ساتھ، سیدنا علی کہنے لگے کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ کا یہی حلیہ مبارک ہے۔[1]

۳۰۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ ہمارے گھر تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔ اس دوران آپ کو پسینہ آیا، میری والدہ (امّ سلیم) ایک شیشی لائیں اور آپ کا پسینہ پونچھ کر اس میں جمع کرنے لگیں۔ اتنے میں آپ بیدار ہوئے تو پوچھا: امّ سلیم یہ تم کیا کر رہی ہو؟ اُنھوں نے کہا: ہم اس پسینہ کو خوشبو میں ملائیں گے، اس سے بہترین خوشبو تیار ہوتی ہے۔[2]

۳۱۔ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ کی مہر نبوت کو آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان دیکھا جو مقدار میں کبوتر کے انڈے جتنی اور (رنگت میں) سرخ غدور (رسولی) جیسی تھی۔[3]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور اس کی علامتیں

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تمام مخلوق سے زیادہ محبت کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

① امام بخاری اور مسلم سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

۱ البدایہ والنہایہ: ۶/ ۱۸

۲ صحیح مسلم: ۶۰۵۵

۳ صحیح مسلم: ۶۰۸۵

”جس شخص میں تین خصلتیں ہوں، وہ ایمان کی لذت سے بہرہ مند ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اسے سب سے زیادہ پیارے ہوں، جس سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ کی رِضا کے لیے کرے اور کفر کی طرف پلٹنے کو اسی طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔“ [1]

(۲) ایک صحابیؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی:

یارسول اللہ ﷺ! میں آپؐ کو اپنی جان و مال اور اہل و عیال سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں، جب گھر میں ہوتا ہوں اور شوقِ زیارت بے قرار کرتا ہے تو دوڑا آتا ہوں، آپ ﷺ کا دیدار کر کے سکون حاصل کرلیتا ہوں۔ لیکن جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ آپؐ تو جنت میں انبیاے کرام کے ساتھ اعلیٰ ترین درجات میں ہوں گے، میں جنت میں گیا بھی تو آپ ﷺ تک نہیں پہنچ سکوں گا اور آپ ﷺ کے دیدار سے محروم رہوں گا تو بے چین ہو جاتا ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿۶۹﴾﴾ ”جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین، کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔“ [2]

(۳) ربیعہ بن کعب اسلمی کہتے ہیں:

”میں رات کو نبی ﷺ کے لیے وضو کا پانی لاتا تھا، ایک رات آپ نے فرمایا: ربیعہ کسی چیز کی فرمائش کرو۔ میں نے عرض کی: میں جنت میں آپ کی رفاقت کا سوال کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا کوئی اور فرمائش ہے؟ میں نے عرض کی: صرف یہی ایک۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: پھر سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو۔“ [3]

---

۱ صحیح بخاری: ۶۵۴۲؛ صحیح مسلم: ۶۵

۲ تفسیر ابن کثیر، سورۃ النساء: ۶۹

۳ صحیح مسلم: ۲۲۶

④ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ
"ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: قیامت کب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تونے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ آپ نے فرمایا: بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں اسلام لانے کے بعد کسی بات سے اتنی زیادہ مَسرت نہ ہوئی جتنی آپ کی اس بات سے ہوئی۔"[1]

⑤ سیدنا خبیب بن عدی کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت... عروہ بن زبیر سے روایت ہے کہ جس دن مشرکین کے آبا و اجداد بدر میں قتل ہوئے تھے۔ جب سیدنا خبیب کو قتل کرنے لگے تو انھیں قسم دے کر پوچھا: "کیا تمھیں یہ پسند ہے کہ تمھاری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے اور تم پھانسی سے بچ جاتے؟ سیدنا خبیب نے فرمایا: "اللہ بزرگ و برتر کی قسم ہے! مجھے تو یہ بھی گوارا نہیں کہ میری جگہ آپ کے قدم مبارک میں کانٹا بھی چبھے۔""[2]

⑥ سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (غزوہ اُحد سے) آپ کی مدینہ واپسی پر بنو دینار کی ایک عورت راستے میں ملی جس کا شوہر بھائی اور باپ جنگ اُحد میں شہید ہو چکے تھے۔ اس نے پوچھا: "نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ صحابہ نے کہا: وہ بخیریت ہیں۔ اس نے کہا: مجھے دکھاؤ! جب تک میں اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں لیتی مجھے قرار نہیں آئے گا۔ لوگوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا کہ وہ رہے۔ جب اُس نے اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھ لیا تو کہنے لگی: آپ کو دیکھنے کے بعد ساری مصیبتیں ہیچ ہیں۔""[3]

⑦ سیدنا یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: اُحد کے دن رسول اللہ نے فرمایا: مجھے سعد بن ربیع کے بارے میں کون خبر لا کر دے گا؟ (وہ میدانِ جنگ میں کس حال میں ہیں)۔ ایک صحابی (سیدنا زید بن ثابت) نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں خبر لاتا ہوں۔ چنانچہ وہ گئے اور لاشوں میں سعد بن ربیع کو تلاش کرنے لگے۔ وہ زخموں سے چور زندگی کے آخری سانس میں نظر آئے۔ صحابی نے کہا: مجھے رسول اللہ نے تمھاری خبر لانے کے لیے بھیجا ہے۔ اُس نے کہا:

---

۱ صحیح مسلم: ۲۶۳۹

۲ تاریخ اسلام از ذہبی: ۱۰۹/۳

۳ السیرۃ النبویہ از ابن ہشام: ۱۰۰/۲

رسول اللہ سے میرا سلام کہنا اور میری قوم سے کہنا:
"یاد رکھو! اگر تم میں سے ایک آدمی بھی زندہ رہا اور نبی کریم ﷺ شہید کر دیے گئے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں ہو گا۔"[1]

⑧ ابن اسحٰق کہتے ہیں: غزوہ اُحد کے دن جب دشمنوں نے آپ پر ہجوم کر لیا تو آپ نے فرمایا کون ہے جو ہمارے لیے اپنی جان دیتا ہے؟ سیدنا زیاد بن سکن پانچ انصاریوں سمیت کھڑے ہو گئے اور ایک ایک کر کے آپ کا دفاع کرتے شہید ہو گئے۔ سب سے آخر میں سیدنا زیاد اور اُمّ عمارہ رضی اللہ عنہم رہ گئے اور وہ لڑتے رہے یہاں تک کہ زخموں نے انھیں گرا دیا۔ پھر مسلمانوں کی ایک جماعت پلٹی تو اُنھوں نے زیاد سے دشمنوں کو ہٹایا۔ آپ نے فرمایا: اسے میرے قریب کر دو۔ لوگوں نے سیدنا زیاد کو آپ ﷺ کے قریب کیا۔ آپ نے اپنا قدم مبارک ان کی طرف بڑھایا۔ اُنھوں نے اپنا رخسار آپ کے قدم مبارک پر رکھا اور جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔[2]

⑨ سیدنا بلال کی آپ سے محبت... سیدنا محمد بن ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد ابھی آپ ﷺ کی تدفین نہیں ہوئی تھی کہ سیدنا بلال نے اذان دی اور جب أشهد أن محمّد رسول الله پر پہنچے تو صحابہ کرام پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے، جب آپ ﷺ کی تدفین ہو گئی تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بلال سے کہا: اذان دو! سیدنا بلال نے کہا: اگر آپ نے مجھے اپنی خاطر آزاد کرایا ہے تو پھر آپ کو یہ حکم دینے کا حق ہے، لیکن اگر آپ نے مجھے اللہ کی رضا کے لیے آزاد کرایا ہے تو پھر مجھے کچھ نہ کہیے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے تمھیں صرف اللہ کی رضا کے لیے آزاد کرایا ہے تو سیدنا بلال نے کہا: تو پھر آپ ﷺ کی وفات کے بعد اب میں کسی دوسرے کے لیے اذان نہیں کہوں گا۔ سیدنا ابو بکر نے فرمایا: اچھا تیری مرضی۔ اس کے بعد ایک بار سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں اذان دینا شروع کی تو رسول اللہ کی شہادت پر پہنچ کر حسبِ عادت چہرہ انور کو دیکھنے کا قصد کیا جب نگاہیں اس مبارک چہرہ کو نہ پا سکیں تو وفورِ جذبات سے آواز رندھ گئی اور جذبات پر قابو نہ رہا

---

۱ موطا مالک از اعظمی: کتاب الجهاد، باب ترغيب الجهاد، حدیث: ۱۶۹۱
۲ السيرة النبوية از ابن ہشام: ۲/ ۱۰۲

اور اذان مکمل نہ کر سکے۔[1]

ز سیدنا علی بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا: آپ کی رسول اللہ ﷺ سے محبت کیسی تھی؟
سیدنا علی نے فرمایا: كان والله أحب إلينا من أموالنا وأولادنا وآبائنا، وأمهاتنا ومن الماء البارد على الظمإ "واللہ! رسول اللہ ﷺ ہمیں اپنے مالوں، اولادوں، باپوں، ماؤں اور شدید پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے۔"[2]

⑩ سیدنا سفیان رضی اللہ عنہ نے ایک بار کہا کہ میں نے کسی کو دوسروں سے ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا جیسی محمد ﷺ کے ساتھی اور جاں نثار ان سے کرتے ہیں۔[3]

⑪ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی نبی مکرم ﷺ سے محبت اور آپ کی رفاقت کی خواہش اس قدر زیادہ تھی کہ اپنی وفات سے قبل اپنے بیٹے سیدنا عبد اللہ سے کہا: اُمّ المؤمنین سیدنا عائشہ کے پاس جاؤ اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا کہ عمر سلام عرض کرتا ہے اور ہاں دیکھو، امیر المؤمنین کا لفظ استعمال نہ کرنا۔ سلام عرض کرنے کے بعد درخواست کرنا کہ عمر بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتا ہے۔ سیدنا عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے حاضر ہو کر سلام عرض کیا اور اندر آنے کی اجازت چاہی دیکھا کہ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا (امیر المومنین کی بیماری کے غم میں) بیٹھی رو رہی ہیں۔ سیدنا عبد اللہ نے عرض کی: عمر بن خطاب سلام عرض کرتے ہیں اور اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت مانگتے ہیں۔ سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ جگہ تو میں نے اپنے لیے رکھی تھی، لیکن اب میں اپنی بجائے عمر کو ترجیح دیتی ہوں۔ سیدنا عبد اللہ واپس ہوئے تو لوگوں نے سیدنا عمر کو بتایا کہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ آ گئے ہیں۔ سیدنا عمر نے لوگوں سے کہا: مجھے اُٹھا کر بٹھاؤ۔ ایک آدمی نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو سہارا دیا۔ سیدنا عمرؓ نے پوچھا: عبد اللہ! کیا خبر لائے ہو؟ سیدنا عبد اللہ نے کہا: امیر المؤمنین جو آپ چاہتے تھے سیدنا عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے الحمد للہ کہا، میرے لیے اس سے اہم اور کوئی بات نہیں۔ سیدنا عمر نے اپنی وفات کے بعد بھی سیدہ عائشہ سے تدفین کی تصدیق

---

1 الاستیعاب از ابن عبد البر: ۱/۱۸۱
2 کتاب الشفاء تعریف حقوق المصطفیٰ، قاضی عیاض: ۳۸۵
3 تاریخ طبری: ۲/۵۴۲

کرنے کو کہا، مبادا اُنھوں نے خلافت کے دباؤ میں اس کو قبول کیا ہو۔[1]

⑫ جناب رسول اللہ ﷺ خطبہ ارشاد فرما رہے ہیں: سیدنا ابو بکر صدیق خطبے کے اشاروں کنایوں سے اندازہ کرتے ہیں کہ جناب حبیبِ کریم ﷺ کی رحلت کا وقت قریب آپہنچا ہے۔ ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو جاتے ہیں۔ بخاری میں ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جناب رسول اللہ نے خطبہ ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور جو کچھ اُس کے پاس ہے، دونوں میں سے ایک چیز منتخب کرنے کا موقع عطا فرمایا۔ اس بندے نے وہ چیز لی جو اللہ کے پاس ہے۔ یہ سن کر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رونا شروع کر دیا۔ ہمیں ان کے رونے پر تعجب ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بندے کے متعلق بتایا تو اُنھوں نے رونا شروع کر دیا۔ اصل حقیقت یہ تھی کہ اختیار دیا گیا تھا اور سیدنا ابو بکر ہم سب سے زیادہ بات کو سمجھنے والے تھے۔[2]

⑬ سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کرتے ہوئے کہا: میں نے اس منبر پر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا: "میں نے گذشتہ سال اسی دن رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا۔ پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ پھر ارشاد فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، پس تم اللہ سے عافیت مانگو۔"[3]

⑭ سیدنا ابو ہریرہ کا سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پیٹ پر بوسہ دینا: صحابہ کو نبی کریم کی ہر ادا سے پیار تھا، ایک بار سیدنا ابو ہریرہ نے نواسۂ رسول حسن رضی اللہ عنہ کو روک لیا اور کہنے کہ میں نے رسول اللہ کو دیکھا تھا کہ انہوں نے آپکے پیٹ پر بوسہ دیا تھا، میرے لیے بھی پیٹ کا وہ حصّہ کھولیں، میں اس جگہ کو چومنا چاہتا ہوں جہاں نبی ﷺ نے اپنے لب مبارک لگائے تھے۔ کشف له الحسن و قبّله[4] تو سیدنا حسن نے وہ جگہ کھول دی اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے وہاں بوسہ دیا۔

---

۱ صحیح بخاری: ۳۷۰۰

۲ صحیح بخاری: ۴۵۴

۳ مسند امام احمد: ۱/۳

۴ مستدرک حاکم: ۳/۱۶۸، باب مناقب حسن... فضائل الصحابہ از امام احمد: ۲/۹۷۵

رفیق اعلیٰ کی طرف

جب آپ ﷺ نے رسالت کی تبلیغ فرمالی اور اُمت میں خیر کا کام جاری وساری ہو گیا تو آپ کے اَقوال و افعال میں اس کے اثرات محسوس ہونے لگے کہ آپ کا وقت پورا ہو چکا اور مشن مکمل ہو چکا ہے۔ آپ ﷺ نے دسویں سال رمضان میں بیس دن کا اعتکاف کیا اور جبریل علیہ السلام نے دو دفعہ آپ کو قرآن کا دور کروایا[1]۔ آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: میں سمجھتا ہوں، میرا وقت قریب آچکا ہے[2]۔ حضرت معاذ کو یمن رخصت کیا تو اُنہیں وصیت کرنے کے بعد فرمایا: اے معاذ! غالباً اس سال کے بعد تم مجھ سے ملاقات نہ کر سکو گے اور میری اس مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو گے، یہ سنکر حضرت معاذ رونے لگے[3]۔ آپ نے حجۃ الوداع میں کئی مرتبہ فرمایا: غالباً میں تم لوگو سے اس سال کے بعد نہ مل سکوں گا[4]۔

ماہ صفر کے آخری سوموار، بیماری کا آغاز سر درد سے ہوا۔ آپ ﷺ سب بیویوں کے پاس وقت گزارتے رہے، جب مرض زیادہ ہو گیا تو حضرت عائشہؓ کے پاس منتقل ہو گئے[5]۔

آپ ﷺ مرض کی شدت کے باوجود نماز خود پڑھایا کرتے تھے لیکن جمعرات کی شام آپ بیماری کی وجہ سے نماز نہ پڑھا سکے تو آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کہلا بھیجا کہ نماز پڑھائیں چنانچہ بقیہ ایام سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی[6]۔ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں حضرت ابو بکر کی پڑھائی ہوئی نمازوں کی تعداد سترہ ہے۔

سوموار کی صبح سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ نے حجرے کا پردہ اُٹھایا اور لوگوں کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔ اس پر سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ایڑیوں کے بل پیچھے ہٹے اور سمجھا کہ آپ نماز کے لیے تشریف لا رہے ہیں لیکن آپ نے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ نماز پوری

---

۱ صحیح بخاری: ۴۹۹۸، ۲۰۴۴

۲ صحیح مسلم: ۲۴۵۰

۳ مسند احمد: ۲۲۰۵۴

۴ سنن نسائی: ۳۰۶۲؛ مسند احمد: ۱۴۹۴۶

۵ صحیح بخاری: ۴۴۴۲

۶ صحیح بخاری: ۶۸۷

کرو اور پردہ گرا کر حجرے میں تشریف لے گئے۔[1] اب تکلیف لحہ بہ لحہ بڑھتی جارہی تھی اور اس زہر کا اثر ہونا بھی شروع ہوگیا جو آپ کو خیبر میں کھلایا گیا تھا، آپ اسکی شدت محسوس کرنے لگے۔[2] آپ نے اپنے چہرے پر ایک چادر ڈال رکھی تھی، جب سانس پھولنے لگتا تو چہرے سے چادر ہٹا دیتے۔ اسی حالت میں فرمایا: ''یہود اور نصاریٰ پر اللہ کی لعنت اُنہوں نے اپنے انبیا کی قبروں کو مسجد بنالیا[3]۔'' اس سے آپ ﷺ کا مقصد امت کو ایسے کاموں سے روکنا تھا۔

اس کے بعد کئی بار فرمایا: «الصلوٰة، الصلوٰة، وماملكت أيمانكم»[4] نماز، نماز اور تمہارے غلام۔ یعنی حقوق اللہ میں سب سے اہم نماز ہے اور حقوق العباد میں سب سے اہم کمزور لوگوں کا حق ہے۔ اور پھر نزع کی کیفیت شروع ہوگئی۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو اپنے گلے اور سینے کے درمیان سہارا دیکر لٹالیا، اسی دوران ان کے بھائی عبد الرحمٰن آئے، ان کے پاس تازہ کھجور کی تازہ شاخ کی مسواک تھی۔ آپ ﷺ مسواک کی طرف دیکھنے لگے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ آپ مسواک کرنا چاہتے ہیں۔ اُنہوں نے مسواک چبا کر نرم کی پھر آپ نے اچھی طرح مسواک کی[5]۔

آپ کے پاس کٹورے میں پانی تھا، آپ اس میں ہاتھ ڈال کر چہرے پر پھیرتے اور فرماتے «لا إله الا الله ، إنّ للموتِ سكرات»[6] ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور موت کی سختیاں ہیں۔'' یعنی موت کی تکلیف ہوتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اُنگلی بلند کی، ہونٹوں کو حرکت ہوئی، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے کان لگایا تو فرما رہے تھے: ''ان انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین کے ساتھ جنہیں تو نے انعام سے نوازا۔ اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور مجھے رفیق اعلیٰ میں پہنچادے، اے اللہ رفیق اعلیٰ[7]۔ آخری فقرہ تین بار دہرایا اور روح پرواز کر

---

۱ صحیح بخاری: ۶۸۰

۲ سنن ابو داود: ۴۵۱۲، صحیح بخاری: ۴۴۲۸

۳ صحیح بخاری: ۴۳۵

۴ مسند احمد: ۷۸۸، سنن ابن ماجہ: ۲۶۹۸

۵ صحیح بخاری: ۴۴۴۹

۶ صحیح بخاری: ۸۹۰، ۴۴۴۹، ۴۴۳۸

۷ صحیح بخاری: ۴۴۴۰، ۴۴۳۷، ۴۴۳۵

گئی، ہاتھ جھک گیا۔ آپ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

یہ سوموار ۱۲ ربیع الاول کا دن اور ہجرت کا گیارھواں سال تھا۔ آپ کی رحلت کی یہ خبر صحابہ کرام میں فوراً پھیل گئی، ان پر دنیا تاریک ہوگئی، قریب تھا کہ وہ اپنے حواس کھو بیٹھتے۔ کوئی دن اس سے زیادہ تابناک نہ تھا جب رسول اللہ مدینہ تشریف لائے تھے اور کوئی دن اس سے تاریک اور اندھیرا نہ تھا جس میں آپ نے وفات پائی۔[1] صحابہ کرام رو رو کر بے حال ہو رہے تھے۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہنے لگے: "آپ ﷺ اس وقت تک وفات نہیں پائیں گے جب تک اللہ منافقین کو فنا نہ کر دے اور اس شخص کو قتل کی دھمکی دے رہے تھے جو یہ کہے کہ آپ ﷺ وفات پا گئے ہیں۔ صحابہ کرام مسجد میں ان کے نزدیک حیرت اور غم کی تصویر بنے موجود تھے[2]۔ حضرت ابو بکر کو آپ کی وفات کی خبر ملی۔ آئے، لوگوں سے کوئی بات نہ کی، سیدھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں گئے۔ آپ کا جسد مبارک دھاری دار یمنی چادر سے ڈھکا ہوا تھا۔ چہرہ مبارک دیکھا، اسے چوما اور روئے۔ پھر باہر تشریف لائے اور سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۴۴ تلاوت کی:

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ اَفَاۡىِٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَ سَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝۱۴۴﴾ أَمَّا بَعْدُ، فَمَنْ كَانَ مِنكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا ﷺ فَإِنَّ مُحَمَّدًا ﷺ قَدْ مَاتَ، وَمَنْ كَانَ يَعْبُدُ اللهَ، فَإِنَّ اللهَ حَيٌّ لَا يَمُوتُ[3]

" اور نہیں ہے محمد ﷺ مگر اللہ کے رسول۔ یقیناً آپ سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ کیا پھر اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے۔ اور جو شخص ایسا کرے گا وہ اللہ کا کچھ نہیں بگاڑے گا اور عنقریب اللہ تعالیٰ شکر کرنے والوں کو اجر دے گا۔"

اما بعد! تم میں سے جو شخص محمد کی پوجا کرتا تھا تو جان لے کہ آپ ﷺ کی موت واقع ہو چکی ہے اور تم میں سے جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو یقیناً اللہ ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے۔"

---

۱ سنن ترمذی: ۳۶۱۸، سنن ابن ماجہ: ۱۶۳۱

۲ سیرت ابن ہشام: ۲/ ۶۵۵

۳ صحیح بخاری: باب قول النبی ﷺ... ۳۶۶۷، ۳۶۶۸، ۱۲۴۱ و مسند احمد: ۲۵۸۴۱

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ واللہ! ایسا لگتا تھا کہ لوگوں نے اس سے پہلے جانا ہی نہ تھا کہ اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے: واللہ میں نے جونہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہ تلاوت کرتے سنا تو میں جان گیا کہ یہ برحق ہے، پس میں ٹوٹ کر رہ گیا حتیٰ کہ میرے پاؤں مجھے اُٹھا نہیں رہے تھے اور میں ایک طرف لڑھک گیا اور جان گیا کہ واقعی آپ کی وفات ہو چکی ہے[1]۔

منگل کے روز آپ کو کپڑے اُتارے بغیر غسل دیا گیا، غسل دینے والے حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے دو بیٹے، آپ کے غلام شُقران اور اُسامہ بن زید تھے[2]۔ آپ کو تین سوتی یمنی چادروں میں کفنایا گیا[3]۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے قبر کھودی۔ سیدنا علی، فضل بن عباس اور قثم بن عباس رضی اللہ عنہم قبر میں اُترے[4]، شقران نے بچھونا لا ڈالا۔ ۱۰، ۱۰ صحابہ اندر جاتے اور نماز پڑھتے۔ صحابہ کرام میں مہاجر، پھر انصار، پھر عورتوں اور پھر بچوں نے منگل کے دن نماز پڑھی اور بدھ کی رات گزر گئی۔ رات کے اَواخر میں آپ کو سپردِ خاک کیا گیا[5]۔

---

۱ صحیح بخاری: ۴۴۵۴

۲ سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۸

۳ صحیح بخاری: ۱۲۶۴؛ صحیح مسلم: ۹۴۱

۴ سنن ابن ماجہ: ۱۶۲۸

۵ موطا امام مالک: کتاب الجنائز، باب ماجاء فی دفن المیت؛ طبقات ابن سعد: ۲/ ۲۹۲، ۲۸۸؛ مسند احمد: ۶/ ۲۷۴، ۶۲